© rasailojaraid.com

شیخ حبیب الرحمان بٹالوی

بیادِ شورش کاشمیری مرحوم

افسوس اکہ از قبیلۂ مجنوں کسے نماند !

ایوب خان کا دور تھا۔ مال روڈ لاہور کے بی این آر سنٹر میں حضرت زینب بنت زہرا رضی اللہ عنہا کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے جناب مظفر علی شمسی نے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو دعوت دی تھی۔ ان میں جناب سید امیر الدین قدوائی۔ جناب کوثر نیازی۔ جناب مسلم بی اے کے علاوہ آغا شورش کاشمیری بھی مدعو تھے۔ صدارت اس دور کے وزیرِ قانون کی تھی۔ آغا صاحب سٹیج پر تشریف لائے۔ اور یوں تقریر کا آغاز کیا :

"مصر کے بازار میں حضرت یوسفؑ کی خریداری کا چرچا تھا۔ بڑے بڑے امیر اور رئیس مال و زر و جواہر کے ساتھ براجمان تھے کہ یوسفؑ کو خریدیں گے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ ان امراء کے درمیان بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا بیٹھی ہے۔ اور اس کا کل سرمایہ جَو کے چند دانے ہیں جن کے عوض وہ بھی یوسفؑ کی خریداری کا دعویٰ کر رہی ہے۔ ایک شخص نے بڑھیا سے سوال کیا۔ "مائی ! جہاں اتنے بڑے بڑے امیر کبیر ہیرے جواہرات لیکر آئے ہوئے ہیں۔ تو اُن کے مقابلے میں جَو کے چند دانوں کے عوض یوسفؑ کو کیسے خرید سکے گی ؟" بوڑھی خاتون نے جواب دیا۔ "بیٹا! مجھے بھی معلوم ہے کہ میں جَو کے چند دانوں کے بدلے یوسفؑ کو نہیں خرید سکتی۔ میں صرف یوسفؑ کے خریداروں میں اپنا نام لکھوانے آئی ہوں" بعینہٖ حضرت زینب بنتِ زہرا رضی اللہ عنہا کی تعریف تو مسلم بی اے۔ کوثر نیازی۔ امیر الدین قدوائی اور مظفر علی شمسی بیان کریں گے۔ میں تو اُن کے مدح خوانوں میں اپنا نام لکھوانے آیا ہوں۔

یہ کہہ کر آغا صاحب نے حضرت زینب بنت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خصائلِ حمیدہ اپنے مخصوص انداز اور سپنے تلے الفاظ میں بیان کرنا شروع کئے۔ چلتے چلتے نگاہِ عقاب صدرِ جلسہ پر جا پڑی۔ آغا صاحب بے اختیار ہنس دیئے۔ سامعین بھی ہنسنے لگے۔ پریس ایکٹ نیا نیا نافذ ہوا تھا۔ آغا صاحب گویا ہوئے :

دراصل جب میں گھر سے چلا تھا۔ تو میرے ذہن میں خیالات کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا۔ کہ جلسہ میں سرکار کے آدمی بھی آ رہے ہیں۔ میرا پیچ و تاب شاید حکامِ والا تبار تک نہ پہنچتا ہو۔ جلسے میں جو بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہوں گا۔ گورنر ہاؤس پہنچ ہی جائے گی۔ مگر کیا کیا جائے۔ یہ پابندیاں۔ زبان بندیاں اور نہ جانے کون کون سی ایسی زنجیریں ہیں کہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ پھر تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمایا...... "مگر سب سے بڑا جہاد کسی جابر اور ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔"

یہ فقرہ کہہ کر آغا صاحب جو شروع ہوئے بس وہ دیکھنے اور سننے کی چیز تھی۔ تقریر کا لب لباب آغا صاحب کی اس رباعی میں موجود ہے ؎

"ہر قسم کے احباب شورش مضطرب ہوتے ہیں کیوں
ماضیٔ مرحوم میں بھی بے ستم ہوتے رہے ہیں
راست گفتاری پہ شاعر کی زبان کٹتی رہی
ہاتھ سچی بات لکھنے پر قلم ہوتے رہے"

آغا صاحب تقریر ختم کرنے کے بعد سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گئے۔ آخری خطاب جنابِ صدر کا تھا۔ ڈائس پہ تشریف لائے اور اپنے سیکرٹری کی تحریر کی ہوئی تقریر پڑھنے سے پہلے یوں گویا ہوئے:

"بیشتر اس کے کہ میں موضوع پر اپنی معروضات پیش کر دوں۔ آغا صاحب سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آغا صاحب! پریس ایکٹ ہر ایک کے لئے نہیں ہے۔ پریس ایکٹ اُن کے لئے ہے۔ جو ملک میں انتشار کی باتیں کرتے ہیں۔ آپ تو بہت اچھا لکھنے والے ہیں میں آپ کا پرچہ باقاعدہ پڑھتا ہوں اور پسند کرتا ہوں۔ آپ پہ کوئی قدغن نہیں ہے۔"

جلسہ آخر ہوا۔ آغا صاحب بی این آر سنٹر کی سیڑھیاں اُترنے کے بعد نیچے پیٹرول پمپ پہ کھڑے کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ کسی نے کہا:

"آغا صاحب! وزیر قانون آپ پہ بہت گرم ہیں۔"

آغا صاحب نے ٹھیٹھ پنجابی میں جواب دیا:

"کی کرے گا۔ رسالہ بند کر دے گا۔ پریس سیل کر دیگا۔ اَسی پاناں بیڑیاں دی دکان کھول لاں گے۔"

© rasailojaraid.com